درجے کی سادہ لوحی ہے کہ گروپ نے ''بچوں'' کی آزادی کے لیے رقم کی ادائیگی کسی اچھے جذبے اور نیت سے کی ہے، اور اِسے حقیقی صورتِ حال کا کوئی علم نہیں۔ چار سال سے زیادہ عرصے تک یہ گروپ اور اِس کی سربراہ بیرنس کاکس یہ دکھانے کے لیے پریس کانفرنسوں کا اہتمام کرتی رہی ہیں کہ اُنہوں نے بچوں کو غلامی سے چھڑایا ہے۔ کاکس تو خود مغربی صحافیوں اور ٹیلی وژن کے نمائندوں کو ساتھ لے کر جنوبی سوڈان بھی گئیں، گو خرطوم سے اِس سفر کی کوئی اجازت نہ لی گئی تھی۔

مغرب کے وہ ذرائع ابلاغ جو ''کرسچن سالیڈیریٹی انٹرنیشنل'' کی سوڈان مخالف مہم میں پیش پیش تھے، اب اچانک بالکل خاموش ہو گئے ہیں، کیونکہ گروپ کی حقیقت کھل گئی ہے۔ اِس گروپ پر یونیسف کی سخت تنقید ایک خبر سے زیادہ ذرائع ابلاغ میں کوریج حاصل نہ کر سکی۔ یہ بھی حیرت انگیز امر ہے کہ مغرب کے دوست عرب ملک بھی اُن ہی کی طرح ہچکچاہٹ کا شکار ہیں۔

سوڈان کے دو مخالف ملکوں، ایتھوپیا اور اریٹریا، کے درمیان جاری جنگ، اگرچہ وقتی طور پر خرطوم کے لیے مفید ہے، مگر اِس جنگ کی آڑ میں ''کرسچن سالیڈیریٹی انٹرنیشنل'' اور جنوبی سوڈان میں اِس کے ہم نواؤں کے سیاہ کارناموں کو دب نہ جانا چاہیے، اُنہیں لازماً اپنے سیاہ کارناموں کی قیمت چکانا چاہیے۔

اریٹریا اور ایتھوپیا کے درمیان سرحدی تنازعے کی وجہ سے جو جنگ جاری ہے، یہ سوڈان کے اُن باغی گروہوں کے لیے سخت صدمے کا باعث ہے جو ان ملکوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب اُنہیں کہیں اور جگہ تلاش کرنا چاہیے، یا خرطوم سے مذاکرات کرنا چاہییں، گو، امریکہ کا دباؤ رہے گا کہ مذاکرات نہ ہوں۔

فلسطین: مغربی کنارے کی مسیحی برادری

[۵۹ سالہ جناب بشارہ عوض ''مغربی کنارے'' کے ''بیت لحم بائبل کالج (۱۹۵۹ء)'' کے بانی

ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں اُنہیں اپنے فلسطینی خاندان کے ساتھ گھر بار چھوڑنا پڑا تھا۔ اُسی سال قیامِ اسرائیل کے ہنگاموں میں اُن کے والد حادثاتی طور پر کسی نامعلوم شخص کی گولی کا نشانہ بن گئے۔ ۱۹۷۲ء سے جناب بشارہ عوض بیت لحم اور بیت المقدس کے انجیلی چرچوں میں قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔ فی الوقت وہ مشرقی بیت المقدس کے بین الاقوامی بپٹسٹ چرچ سے وابستہ ہیں۔ ان کا ''بیت لحم بائبل کالج'' جرون روڈ پر واقع ہے۔

جناب بشارہ عوض نے ''کرسچینٹی ٹوڈے'' کے لیے فلسطینی مسیحی آبادی کے بارے میں حسب ذیل رپورٹ مرتب کی ہے۔ مدیر]

اس خطّے میں عرب مسیحی آبادی پنتکست کے دن سے چلی آ رہی ہے۔ (دیکھیے: رسولوں کے اعمال-۲)۔ بازنطینی دور میں فلسطین اور مشرقِ وسطیٰ میں مسیحیت کا ہی غلبہ تھا۔ دو ہزار برسوں کی جنگوں اور بے اطمینانی کے باوجود خداوند خدا کی مہربانی نظر آتی ہے کہ اُس کی زندہ گواہی آج بھی یہاں موجود ہے۔

بعض اندازوں کے مطابق پورے مشرقِ وسطیٰ میں عرب مسیحیوں کی آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہے، یعنی کُل عرب آبادی کے ۷ فی صد مسیحی ہیں۔ ہمیں دُنیا بھلائے بیٹھی ہے، مگر خدا نے ہمیں فراموش نہیں کیا۔ ایک اہم مسلمان عرب سربراہ مملکت نے یہی بات یوں کہی ہے: ''عرب مسیحیوں کو مشرقِ وسطیٰ میں قائم رکھنا ضروری ہے، وہ گوند کی مانند ہیں جو عرب برادری کو باہم جوڑے ہوئے ہیں۔''

ارضِ مقدس میں صورت حال کہیں زیادہ غیر یقینی ہے۔ آج فلسطینی مسیحیوں کی آبادی کُل آبادی کا دو فی صد سے بھی کم ہے۔ صدی کے آغاز میں مسیحی آبادی ۷ افی صد تھی، اور یہ کمی ایک المیہ ہے۔

ایک ایسے مسیحی کی حیثیت سے جو ارضِ مقدس میں پیدا ہوا تھا اور جس کے اجداد کا تعلق اس خطے سے صدیوں پر محیط ہے، میں یہ محسوس نہیں کرتا کہ یہ خطہ صرف میرا ہے۔ یہودیت اور مسیحیت کے اس گہوارے سے تمام قومیتوں کے گہرے روحانی، تاریخی اور جذباتی رشتے ہیں۔ دُنیا بھر سے زائرین یہاں آتے ہیں، اُن راستوں سے گزرتے ہیں جن سے یسوع گزرے تھے، خالی مقبرہ دیکھتے ہیں اور خداوند خدا اور نجات دہندہ میں اپنے ایمان کو مزید پختہ کرتے ہیں۔

ارضِ مقدس میں فلسطینی مسیحی رنگا رنگ کلیسیاؤں سے وابستہ ہیں۔ گریک آرتھوڈوکس، گریک کیتھولک، سیرین آرتھوڈوکس، قبطی آرتھوڈوکس اور لاطینی کیتھولک جیسی کلیسیاؤں سے وابستہ لوگ اپنا دینی تعلق قدیم ترین چرچ سے جوڑتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ اُن کی خانقاہیں، کیتھڈرل اور چرچ مسیحی گواہی سے اُن کے تعلق خاطر کے، وقت کے لحاظ سے، مادی مظاہر ہیں۔ مزید براں انجیلی اور پروٹسٹنٹ چرچ بھی ارضِ مقدس پر اپنے اثرات چھوڑ رہے ہیں۔ آخرالذکر چرچوں میں سے زیادہ تر مغربی منادوں اور مبشروں نے اٹھارہویں صدی میں متعارف کرائے تھے۔ بپٹسٹ، پنٹے کوسٹل اور ''مشنری الائنس'' اس طرح باہم مل جل کر کام کر رہے ہیں جیسے اُن کا تعلق ایک ہی چرچ سے ہے۔ اُن کی مختصر عددی قوت اور درپیش عظیم تر چیلنج اُنہیں ایک دوسرے کے قریب لے آیا ہے، اور وہ سب خداوند کی خدمت کے لیے کوشاں ہیں۔

فلسطینی مسیحی اُس مثال کی پیروی کرتے ہوئے جو اوّلین چرچ نے قائم کی تھی، ضرورت مندوں کو خیراتی امداد مہیا کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں اندازاً ساڑھے سات لاکھ فلسطینیوں کو بہ جبر اُن کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا اور وہ مہاجرین کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کر دیے گئے تھے۔ آج بیس مہاجر کیمپوں میں کوئی دس لاکھ افراد زندگی گزار رہے ہیں۔ ''مغربی کنارے'' کے مختصر سے علاقے میں تمام فلسطینی مسلمانوں اور مسیحیوں کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کے فلسطینی معیشت پر تباہ کن اثرات پڑ رہے ہیں۔ فلسطینی مسیحی، عالمی چرچ کے تعاون سے

اس تکلیف اور مصیبت کے خاتمے کے لیے کوشاں ہیں۔

چرچ کا اثر ورسوخ گردونواح کی برادریوں کی روحانی پیش رفت سے بھی محسوس ہوتا ہے۔ اس وقت ''فلسطینی قومی اتھارٹی'' کے زیر اقتدار چرچ کو متعدد مواقع حاصل ہیں کہ راہ گم کردہ لوگوں کے سامنے خوشخبری پیش کی جائے۔ فلسطینی مسیحی آزادی کے ساتھ اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں، بائبل پڑھانے کا اہتمام کرتے ہیں، مراسلتی کورس پڑھاتے ہیں اور مقامی پریس کے ذریعے اپنے کاموں کی تشہیر کرتے ہیں۔ فلسطینی عوامی ٹیلی وژن پر بارہا ''یسوع'' نام کی فلم ان اوقات میں دکھائی گئی ہے جب زیادہ سے زیادہ لوگ ٹیلی وژن دیکھتے ہیں۔ حال ہی میں بیت لحم میں ایک انجیلی چرچ کو اپنے ریڈیو اسٹیشن سے مسیحی پروگرام نشر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جلد ہی یہ چرچ اپنے ٹیلی وژن سٹیشن کا آغاز کرے گا۔ ہم یہ اور بہت سے دوسرے مواقع فراہم کرنے کے لیے خداوند کی حمد وثناء کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ ایک واضح سگنل ہے کہ فلسطینی اتھارٹی کے زیر اقتدار مذہبی اظہار کی مکمل آزادی برداشت کی جاتی ہے، جو ان افواہوں کے بالکل الٹ ہے کہ فلسطینی اتھارٹی مسیحیوں کو اذیت کا نشانہ بنا رہی ہے۔

تاہم ارضِ مقدس میں چرچ گزشتہ ایک صدی کی ابتر اقتصادی اور سیاسی حالت کے اثرات سے محفوظ بھی نہیں۔ اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان جاری تنازعے کی وجہ سے چرچ کی نشوونما اور پیش رفت میں شدید رکاوٹیں پیدا ہوئی ہیں۔ مزید برآں مسلم اور یہود اکثریتی آبادیوں نے، اپنی عددی قوت کی بنیاد پر، مسیحیت کو بتدریج سکڑنے پر مجبور کر دیا ہے، چرچ غیر محفوظ ہو کر رہ گیا ہے اور آئے روز بدلتے سیاسی رویے اس پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ارض مقدس میں ایک دوسری باایمان برادری ''مسیحائی یہودیوں'' (Messianic Jews) کی ہے۔ خداوند کی قدرت اُن کے درمیان کام کر رہی ہے، اور مسیحائی جماعتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ بعض اندازوں کے مطابق ''مسیحائی یہودیوں'' کی تعداد کم وبیش تین ہزار ہے۔ فلسطینیوں کی طرح اُن کی اپنی

جماعتیں اور ادارے ہیں۔ فلسطینی مسیحی اپنے ان دینی بھائیوں اور بہنوں کے لیے خداوند کی حمد وثناء گاتے ہیں۔ ان ''مسیحائی یہودیوں'' کے لیے یہ بات آسان نہیں کہ اپنے ایمان کا کھل کر اظہار کریں۔ اسرائیل نے اُن کی تبشیری سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لیے تنظیمیں قائم کر دی ہیں، اور اسرائیلی پارلیمنٹ (Knesset) میں ایسی قانون سازی کی کوشش کی جارہی ہے کہ اُن کے لیے مسیحی لٹریچر اپنے پاس رکھنا اور اشاعتی سرگرمیاں جاری رکھنا خلاف قانون قرار دے دیا جائے۔

فلسطینی اور یہودی پس منظر رکھنے والے مومنین کی یہ باقیات بائبل کی روشنی قائم رکھنے کے لیے کوشاں ہیں، مگر جب تک دُنیا اُن کی نازک صورت حال کو نہیں سمجھتی، اُس وقت تک وعدے کی اس سرزمین کے زائرین ہمارے مقابر اور چرچوں کی زیارت تو کرتے رہیں گے، مگر وہ کسی مقامی مسیحی سے مل نہ سکیں گے۔ مقامی مسیحی یقین رکھتے ہیں کہ آج کے تاریک حالات کے باوجود مشرقِ وسطیٰ کے لیے، بلکہ فلسطین/ اسرائیل کے لیے امید کی کرن موجود ہے۔ کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند کے بندے، جنہیں یسوع مسیح کے خون کے ذریعے نجات حاصل ہوئی ہے، ابھی تک یہاں موجود ہیں۔

ارضِ مقدس میں یسوع مسیح کے چرچ کو مغربی دُنیا میں رہنے والے اپنے بھائیوں اور بہنوں کی امداد اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ہمارے چرچوں نے ایک اہم کام دل سے لگا رکھا ہے، اُنہوں نے خطّے کے مختلف حصوں میں نئے چرچ بنائے ہیں، بعض کے اپنے ادارے اور اسکول ہیں۔ ان کے اثر ورسوخ کے بغیر ارضِ مقدس میں مسیحیت تقریباً نابود ہو جائے گی۔

یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ مغربی دُنیا کے بعض مسیحی سمجھتے ہیں کہ خداوند نے یہ زمین صرف یہودیوں کو دی ہے۔ اِس خطّے کی آبادی ـــــ مسلمان اور مسیحی ـــــ کو وہ غاصب سمجھتے ہیں یا بائبل کی پیش گوئیوں کی راہ میں اُنہیں رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔

عنقریب بیتِ لحم اور فلسطین کے دوسرے حصوں کا چرچ نئے ہزارے (۲۰۰۱ء تا ۳۰۰۰ء)

کے موقع پر تقریبات کا اہتمام کرے گا۔ ۲۰۰۰ء آنے پر اور اِس کے بعد چرچ کو جو چیلنج درپیش ہو گا۔ اس میں اہم بات یہ ہوگی کہ چرچ کس طرح یسوع کی محبت، امن، اُمید اور کامیابی کا ذریعہ بن سکے گا۔---

متفرق

ریاست ہائے متحدہ امریکہ: امریکہ میں اسلام سو سال پہلے پہنچ چکا تھا۔

[ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مقیم مسلمان وقتاً فوقتاً کانفرنسوں اور دوسری تقریبات کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ ایسے مواقع پر مسلمان تنظیمیں پریس کے ذریعے اپنا نقطۂ نظر پیش کرتی ہیں، اور خود مقامی اخبارات بھی رپورٹنگ کے حوالے سے ''واقعات'' سے اپنے قارئین کو باخبر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس دوطرفہ ضرورت کے تحت آئے دن امریکی اخبارات میں مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں مقالات اور خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ۲۹ اگست ۱۹۹۸ء کو ''سینٹ لوئی پوسٹ ڈسپیچ'' نے مسلمانوں کے ایک ''کنونشن'' کے پس منظر میں رپورٹ شائع کی تھی۔ اس کے چند اقتباسات پندرہ روزہ ''خبر و نظر'' (اسلام آباد) کے شکریے سے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔ مدیر]

☆ کنونشن کے منتظمین یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمان بھی اپنے پڑوسیوں اور دیگر ملنے جلنے والوں کی طرح ہیں اور اُنہیں تشدد کا مماثل قرار دینا زیادتی ہے۔

☆ شمالی امریکہ کی اسلامی سوسائٹی کے ۳۵ ویں سالانہ کنونشن کے لیے ''لیبر ڈے ویک اینڈ'' پر یہاں جو ۱۵۰۰۰ مسلمان جمع ہوں گے وہ ''غیر ملکی'' نہیں ہیں۔ ان میں بیشتر پیدائشی امریکی ہیں یا